

نواں باب

راکھ اور خاک

ناعمہ ان لوگوں کو دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ عصر بھی اب اسی سمت دیکھ رہا تھا۔ ان کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ ناعمہ کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ساتھ ساتھ مناظر بھی بدل رہے تھے۔ اور عصر ان پر تبصرہ بھی کرتا جا رہا تھا:

”اب انسانی تاریخ کا بدترین دور شروع ہو رہا ہے۔ ابھی تک ہم زمانہ قبل از تاریخ میں تھے۔ اس دور میں بستیوں کے لوگ گمراہ ہو کر شرک اختیار کر لیا کرتے تھے۔ مگر اب انسانیت دور تہذیب کے عروج کی طرف بڑھ رہی ہے۔ بستیاں بڑی بڑی بادشاہتوں میں بدل رہی ہیں۔ شرک اب ریاست کا دین قرار پا چکا ہے۔ ہر طرف بادشاہ جھوٹے خداؤں کے نام پر حکومت کر رہے ہیں۔ پروہت اور پجاری انہیں اخلاقی جواز دیتے ہیں۔ یہ لوگ عوام کو ظلم اور توہمات کی دوہری زنجیروں میں پوری طرح جکڑ چکے ہیں۔ اخلاقی فساد اپنی آخری انتہا کو پہنچ رہا ہے۔

اللہ کے پیغمبر مختلف علاقوں میں اٹھ رہے ہیں، مگر کوئی ان کی بات نہیں مان رہا۔ ہر طرف

شرک اور فساد پھیل چکا ہے۔ شرک چونکہ حکمرانوں کا دین بن چکا ہے اور پوری ریاست اس کی حفاظت پر معمور ہے اس لیے ایک اللہ کا نام لینے والوں کو فوراً مار دیا جاتا ہے۔ اس صورتحال میں اللہ تعالیٰ ہدایت کے لیے ایک نئے منصوبے کا آغاز کر چکے ہیں۔“

عصر ایک لمحے کو رکا۔ ناعمہ کو یہ لمحہ بہت طویل لگا۔ وہ فوراً پوچھ بیٹھی:

”یہ منصوبہ کیا ہے؟“

”اب ابراہیم علیہ السلام کو اٹھایا گیا ہے۔ انہوں نے پہلے اپنے ملک عراق اور پھر اپنے ارد گرد کی متمدن دنیا میں ہر جگہ گھوم کر توحید کی منادی کی۔ مگر ان کی دعوت اس طرح رد کی گئی ہے کہ تاریخ میں کوئی دعوت اس طرح رد نہیں ہوئی۔ ان کے حصے میں سوائے ان کی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے اور کوئی مومن نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام رسالت کے کام کو جاری رکھیں گے۔ انہیں فلسطین کے ایک انتہائی خوشحال علاقے سدوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ جبکہ ان کی بیوی سارہ کی اولاد سے دنیا کے مرکز یعنی مشرق وسطیٰ میں خدا پرستوں کی ایک پوری قوم پیدا کی جائے گی۔ جو شرک کے خلاف جہاد جاری رکھے گی۔“

”اور حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام؟“

ناعمہ نے سوال کیا تو عصر نے وضاحت کی:

”ہاں! بی بی ہاجرہ علیہا السلام حضرت ابراہیم کی بیوی اور حضرت اسماعیل کی والدہ ہیں۔ یہ دونوں مخلصین عرب کے بنجر صحرا میں بسا دیے گئے ہیں کہ قیامت سے قبل توحید کا آخری دفاعی مورچہ یہی ہوگا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے وہ آخری رسول اور وہ امت اٹھے گی جو قیامت تک توحید کا علم لیے کھڑی رہے گی۔ جبکہ تہذیب کے مرکز میں خود ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں توحید کی شمع کی حفاظت پر مامور ہیں۔“

”تو کیا اب کوئی رسولوں کی بات نہیں سنتا؟ کوئی توحید پر قائم نہیں رہا؟“

”تم توحید کی بات کر رہی ہو لوگ تو اب دین فطرت سے اتنا دور ہو چکے ہیں کہ بنیادی فطری حقائق کو بھی مسخ کر چکے ہیں۔ قوم لوط علیہ السلام اخلاقی پستی کی آخری انتہا پر کھڑی ہے۔ لوط علیہ السلام کی ہر تلقین انہیں سمجھانے میں ناکام ہو چکی ہے۔“

”تو کیا ہم قوم لوط کے علاقے میں جائیں گے؟ میں نے سنا تھا کہ وہ اردن اور اسرائیل کے بیچ میں موجود بحر مردار (Dead Sea) کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کا علاقہ سدوم بہت

سرسبز و شاداب تھا جہاں سیڑیوں میل تک صرف باغات ہی باغات پھیلے ہوئے تھے۔“

”نہیں میں وہاں تمہیں نہیں لے جا رہا۔ تم ان کی بے حیائی کے مناظر کو نہیں دیکھ سکتیں۔ یہ بد بخت اپنی مجلسوں میں علانیہ ہم جنس پرستی کرتے ہیں۔ اس کے بجائے میں تمہیں اس وقت میں لے جا رہا ہوں جب اللہ تعالیٰ کے منصوبے کا عجیب فیصلہ ظاہر ہو رہا ہے۔“

”یہ کیا فیصلہ ہے؟“

”قوم لوط پر عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس مقصد کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے پاس تین فرشتے بھیجے گئے ہیں۔“

”فرشتے قوم لوط کو ختم کرنے آئے ہیں تو جانا بھی وہیں چاہیے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کیوں آئے ہیں۔“

عصر کی بات پر ناعمہ نے تعجب سے پوچھا:

”وہ فرشتے قوم لوط کو ہلاک کرنے ہی آئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ایک اور معجزہ کو ظہور پذیر کریں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ننانوے برس کی عمر میں بی بی سارہ سے اولاد کی خوش خبری دیں گے۔ یعنی اسحاق علیہ السلام کی بشارت اور ان سے یعقوب علیہ السلام کی بشارت۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے بارہ بیٹے پیدا ہوں گے جن میں یوسف علیہ السلام اور ان کے بقیہ گیارہ بھائی شامل ہیں۔ یہ سب اپنے والد کے لقب اسرائیل پر بنی اسرائیل

کہلائیں گے اور ایک عظیم قوم کو جنم دیں گے۔ یہ قوم جو اگلے ڈیڑھ ہزار برس تک شرک کے اس سمندر میں توحید کا علم بلند رکھے گی۔“

یہ گفتگو کرتے ہوئے وہ دونوں اس جگہ آگئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رہائش تھی۔

.....

دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ کی شدت سے ہر چیز جھلس رہی تھی۔ ہر طرف گرم ہوا کا راج تھا۔ ایسے میں بلوط کے درختوں کا جھنڈ ایک جائے عافیت تھا۔ گرم ہوا جب پتوں سے لدے ہوئے درختوں تک پہنچتی تو سبزے کی اس سلطنت کے پہرے دار شاہ بلوط کے برگ و بار، حرارت کی ہر رمق کو نچوڑ کر اس ہوا کو ٹھنڈا اور خوشگوار کر دیتے۔ اس جھنڈ میں درختوں کا دبیز سایہ اتنا گہرا تھا کہ تپتی زمین میں یہ قطعہ ارضی اپنے خوشگوار ماحول کی بنا پر جنت کا ایک ٹکڑا محسوس ہو رہا تھا۔

شاہ بلوط کی اس سلطنت کے قریب ہی ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ یہ خیمہ اپنے وقت کی روحانی سلطنت کے تاجدار، خداوند دو عالم کے فرمانبردار، مسلم و مطیع، اپنے مالک کے غلام اور اس کے دوست، خلیل اللہ، ابوالانبیا ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ کم و بیش ایک صدی سے ابراہیم علیہ السلام توحید کی جنگ تن تنہا لڑ رہے تھے۔ عراق تا عرب اور مصر تا شام متمدن دنیا کا کوئی خطہ نہ تھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صدائے توحید نہ دی ہو۔ مگر کہیں سے کوئی جواب نہ ملا۔

خیمہ کا پردہ ہٹا اور ابراہیم علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ انہوں نے باہر آ کر چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ ہر طرف تنہائی اور خاموشی کا راج تھا۔ بس کبھی کبھار کسی مویشی، کسی پرندے کی آواز زندگی کا احساس دلاتی۔ زندگی کی سب سے بڑی علامت بچوں کی آواز سے ابراہیم علیہ السلام کا خیمہ خالی ہی تھا۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل کو حکم الہی پر مکہ کی بنجر وادی میں بسا چکے تھے کہ خدا کا گھر آباد رہے۔ چاہے اپنا گھر ویران ہو جائے۔ بڑھاپے کی انتہا کو پہنچنے کے بعد اس گھر کی ویرانی دور ہونے کے تمام امکانات ختم ہو چکے تھے..... آسمان نے ایسی قربانی کہاں دیکھی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ ان آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح شکر گزاری اور محبت کا پیغام تھا۔ کسی شکوے شکایت کا ان آنکھوں میں کیا گزر ہو سکتا تھا۔ ان کی نگاہیں آسمان سے واپس لوٹیں تو دیکھا کہ سامنے جھنڈ کے نیچے تین اجنبی کھڑے ہیں۔

ان اجنبیوں کو دیکھ کر بے اختیار ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے نکلا۔

”مرحبا! ہم پر ہمارے مالک کی یہ عنایت کہ مہمانوں کے قدم ہمارے گھر کی طرف اٹھیں!“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور ان اجنبیوں کے پاس پہنچے ہی تھے کہ انہوں نے دور سے انہیں دیکھ کر سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

”اس سے بڑا اللہ کا کرم کیا ہو سکتا ہے کہ آج ہمارے گھر پر اللہ کی یہ رحمت ہوئی ہے۔ آپ حضرات میرے گھر تشریف لائیے۔ میں آپ کو منزل کی طرف ہرگز نہیں جانے دوں گا جب تک آپ میرے ساتھ کھانا تناول نہیں فرما لیتے۔“

اجنبیوں میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

”ہمیں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر بہت خوشی ہوگی۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان مہمانوں کو ساتھ لے کر اندر آ گئے۔ پھر گھر کے اندر جا کر خادم سے کہا:

”مہمانوں کے لیے اپنے مویشیوں میں سے سب سے زیادہ صحت مند بچھڑا ذبح کرو۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ بھی وہیں تشریف فرما تھیں۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

”سارہ! آپ اپنی نگرانی میں مہمانوں کے لیے کھانا تیار کروائیے۔“

حضرت سارہ نے خوش دلی کے ساتھ جواب دیا:

”آپ اطمینان سے مہمانوں کے پاس تشریف رکھیے اور بے فکر ہو جائیے۔ تھوڑی ہی دیر

میں کچھڑے کا بھنا ہوا گوشت آپ کی خدمت میں پیش ہوگا۔“

یہاں سے مطمئن ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اعلیٰ روایات کے مطابق انتہائی تپاک سے مہمانوں سے گفتگو کرنے لگے۔
ناعمہ اور عصر بہت دیر سے یہاں موجود تھے اور یہ سارا منظر خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔
ناعمہ نے یہ موقع غنیمت جانا اور عصر سے پوچھا:

”یہ مہمانوں کے آنے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنا خوش کیوں ہوئے؟“

”مہمان نوازی ہر دور میں شرف کا دستور رہی ہے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام تو اس معاملے میں بے حد سخی اور فیاض واقع ہوئے ہیں۔ مگر ان کا معاملہ یہیں تک محدود نہیں۔ یہ ہر معاملے میں اعلیٰ ترین انسانی خصوصیات کے حامل ہیں۔ دراصل.....“

عصر نے اپنی بات کی وضاحت کا سلسلہ خود ہی جاری رکھا:

”میں تمہیں پیغمبروں کی تاریخ کے بالکل آخری وقت میں لے جاتا رہا ہوں۔ کیونکہ اصل مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ پیغمبروں کا جب انکار کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح مداخلت کر کے اپنا فیصلہ دیا۔ لیکن اگر تم پیغمبروں کی پوری زندگی اور سیرت کو دیکھ سکتیں تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ اعلیٰ ترین انسانی اوصاف کے حامل لوگ ہوا کرتے ہیں۔ انہیں خاندانی عزت و وقار ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ ذاتی سیرت و کردار، اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ میں بھی ان جیسا کوئی نہیں ہوتا۔ ان کے اعلان نبوت سے قبل ہی پورا معاشرہ ان کی بے پناہ عزت و تکریم کرتا ہے۔ سب مانتے ہیں کہ ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے ہر پیغمبر کی اپنی ذات اور اس کی سیرت اس کی دعوت کی سچائی کا سب سے بڑا ثبوت ہوتی ہے کہ اس سیرت و کردار کا انسان کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔“
ابھی ان کی یہ گفتگو جاری تھی کہ خادم طشتریوں میں کھانا لاکر مہمانوں کے سامنے رکھنا شروع ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں دسترخوان سجا دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں سے کہا:

”آئیے کھانا شروع کیجیے۔“

ان کے اس جملے پر تینوں خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کیا کہ شاید یہ لوگ خود کچھ لیتے ہوئے جھجک رہے ہوں یا پھر خادموں کی موجودگی کھانا نکالنے میں مانع ہو۔ اس لیے انہوں نے خادموں کو باہر بھیجا اور خود ایک ایک مہمان کو رکابیوں میں کھانا نکال کر پیش کرنے لگے۔

مگر مہمان ابھی بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ناعمہ کو محسوس ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے پر کچھ پریشانی ظاہر ہوئی۔ انہوں نے قدرے تشویش سے کہا:

”آپ لوگوں کا رویہ بہت عجیب ہے۔ کھانے کا وقت ہے۔ آپ مسافر ہیں تو کچھ کھا کیوں نہیں رہے؟“

اب وقت آ گیا تھا کہ مہمان اپنی حقیقت ان پر کھول دیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا:

”ابراہیم! آپ کوئی اندیشہ نہ کیجیے۔ ہم انسان نہیں ہیں، آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ایک بڑی مہم پر آئے ہیں۔“

ان کی تسلی سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چہرے پر تشویش کا تاثر دور ہوا، مگر آخری بات سے انہیں اندازہ ہوا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اسی احساس کے ساتھ وہ بولے:

”کیسی مہم؟ مجھے آپ کی باتوں سے خوف آرہا ہے۔“

”آپ خوف مت کھائیے۔ آپ کے لیے تو ہم ایک خوشخبری لے کر آئے ہیں۔“

ایک دوسرے فرشتے نے ان کا خوف دور کرتے ہوئے کہا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام

کی زبان سے بے اختیار نکلا:

”خوش خبری؟“

اس پر تیسرے فرشتے نے کہا:

”ہم آپ کو آپ کی اہلیہ سارہ سے ایک صاحب علم بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اس کا نام اسحق ہوگا۔“

ننانوے سال کے ابراہیم علیہ السلام کو اس بات پر یقین نہیں آیا۔ وہ حیرت و استعجاب کے عالم میں بولے:

”اب اس بڑھاپے میں آپ مجھے اولاد کی امید کیا دلاتے ہیں؟“

فرشتوں کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ ایک فرشتے نے باہر نظر آنے والے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر گہری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا:

”ابراہیم علیہ السلام آپ اپنے رب کی رحمت سے مایوس مت ہوں۔“

وہ فرشتوں کی یقین کی دہانی سن کر سرشاری کی کیفیت میں بولے:

”رب کی رحمت سے مایوس تو صرف گمراہ لوگ ہوتے ہیں۔“

حضرت سارہ جو باہر کھڑی گفتگو سن رہی تھیں۔ یہ خبر سن کر خوشی کے مارے ہنستی ہوئی اندر آ گئیں۔ ساری زندگی وہ اولاد کو ترستی رہیں اور اب اس خبر کو سنا بھی تو بڑھاپے میں۔ اب اپنے طور پر وہ بھی اس خبر کو یقینی بنانا چاہتی تھیں۔ انہوں نے اندر آتے ہی کہا:

”یہ کیسے ممکن ہے میرا شوہر بوڑھا ہے اور میں بوڑھی بانجھ ہو چکی ہوں۔ اب میں اولاد کیا جنوں گی؟“

حضرت سارہ کے اندر آنے پر تینوں فرشتے احتراماً کھڑے ہو گئے۔ ایک فرشتے نے ادب سے کہا:

”اے ابراہیم کے اہل بیت! آپ پر اللہ کی رحمت و برکت ہے۔ ہم صرف اسحاق علیہ السلام ہی کی خوشخبری نہیں دیتے بلکہ ان سے پیدا ہونے والے یعقوب کی خوشخبری بھی آپ کو دے رہے ہیں۔“

ایک خوشی پر دوسری خوشی کی بات سن کر دونوں میاں بیوی نہال ہو گئے۔ ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اس عمر میں اس طرح ان پر اپنی عنایات برسائیں گے۔ مگر ابراہیم ابراہیم ہی تھے۔ انہیں یاد آ گیا کہ یہ فرشتے کسی مہم کا ذکر کر رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کہیں کوئی بہت بڑا معاملہ ہونے والا ہے۔ وہ اپنی گہری بصیرت اور معرفت کی بنا پر سمجھ سکتے تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے فرشتوں سے پوچھ لیا:

”آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کس مہم پر آئے ہیں؟“

”ہم ایک مجرم قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے آئے ہیں..... قوم لوط کو۔ ان کی سرکشی بہت بڑھ چکی ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ وہ گرچہ قوم لوط کے کرتوتوں سے پوری طرح واقف تھے، مگر ساتھ ہی وہ بہت درد مند شخصیت کے مالک تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ عذاب الہی کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے بڑی لجاجت سے فرشتوں سے کہا:

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس قوم میں پچاس نیک لوگ ہوں اور اللہ تعالیٰ ان پچاس کی وجہ سے قوم کو معاف کر دیں۔“

جواب ملا:

”ابراہیم علیہ السلام اس قوم میں پچاس نیک مل جاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں چھوڑ دیتے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے مودبانہ انداز میں کہا:

”دیکھیے میں پروردگار کے حضورات کرنے کی جرات کر رہا ہوں۔ گرچہ میں راکھ اور خاک ہوں۔ پچاس نہ ہوں پینتالیس تو ہوں گے۔ کیا پانچ لوگوں کی وجہ سے سب کو مار دیا جائے گا۔“

ایک دفعہ پھر جواب آیا:

”پینتالیس بھی نہیں ہیں۔“

اس کے بعد ایک مکالمہ شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر دفعہ بڑی عاجزی سے لوگوں کی تعداد پانچ پانچ کم کر کے معافی کی درخواست کرتے اور ہر دفعہ یہ جواب ملتا کہ اتنے لوگ بھی نہیں ہیں۔ آخر میں واضح کر دیا گیا کہ اس قوم میں دس لوگ بھی نیک نہیں ہیں۔ جس کے بعد فرشتے چلے گئے جبکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمے کے اندر لوٹ گئے۔

ناعمہ یہ سب دیکھ کر بھونچا رہ گئی۔ اس نے اس سے قبل قوموں پر عذاب آتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے تھے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی قوت قاہرہ کا کسی نہ کسی درجے میں اندازہ ہو چکا تھا۔ مگر اس کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کوئی پیغمبر اللہ تعالیٰ سے اتنا اصرار کر کے قوم کی تباہی رکوانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اور قوم بھی ایسی بدکردار جس میں خیر و بھلائی کی کوئی رمق نہ بچی ہو۔

عصر ناعمہ کے خیالات کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے عجیب سے لہجے میں ناعمہ سے کہا:

”تم جانتی ہو یہ جو گفتگو ابھی ہوئی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا کہا ہے۔“

”کیا کہا ہے؟“، ناعمہ کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کا تبصرہ جاننے کا اشتیاق صاف جھلک رہا تھا۔

”اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ہم سے جھگڑا کر رہا تھا۔“

ناعمہ کا منہ حیرت سے پھٹا رہ گیا۔

”اللہ تعالیٰ سے جھگڑا۔“

”ہاں۔ جب بندہ اپنے آپ کو اپنے رب کے لیے مٹا دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے عزت و محبت کی اس بلندی پر پہنچا دیتے ہیں۔ ویسے تم انسان اس جملے کا مطلب کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بات یا تو ہمارے جیسی مخلوق جانتی ہے جو اللہ کی حضوری میں جیتی ہے یا پھر انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی گہری معرفت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد ان کے سامنے اتنا اصرار کرنے

کی ہمت کسی کی نہیں ہو سکتی۔ یہ جرأت اللہ کا دوست ہی کر سکتا ہے۔ اور اُس دوست کو بھی دیکھو جس نے اس دوست کی لاج رکھ کر اس کے اصرار کو جھگڑا قرار دے دیا۔ گرچہ وہ اپنے آپ کو راکھ اور خاک کہہ رہا تھا۔“

عصر کا اور قدرے طنز یہ انداز میں ناعمہ کی طرف دیکھ کر بولا:

”ویسے تم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ خدا کا انکار کر کے جس انسانیت کے علمبردار تم لوگ بنتے ہو، تم سے ہزاروں گنا زیادہ انسانیت کا درد ان خدا کے پیغمبروں کے دل میں ہوتا ہے۔“

عصر کی بات پر ناعمہ شرمندہ ہو گئی۔ اس نے قدرے احساسِ ندامت کے ساتھ جواب دینا شروع کیا:

”مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں غلطی پر تھی جب میں خدا کا انکار کرتی تھی اور انسانیت پر تقریریں کیا کرتی تھی۔ لیکن خدا کے نام لیواؤں کی زندگیاں بھی تو اکثر پیغمبرانہ سیرت سے خالی رہی ہیں۔“

”ہاں اصل المیہ یہی ہے اور اسی لیے مذہب کے نام لیوا دنیا پرستوں کو دگنا عذاب دیا جائے گا..... اپنی گمراہی کا بھی اور دوسروں کو بھٹکانے کا بھی۔“

.....

ناعمہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی اور پھر بولی:

”قوم لوط علیہ السلام کا کیا ہوگا۔“

”انہیں حقیقی معنوں میں راکھ اور خاک بنا دیا جائے گا۔“

”کیوں نہ ہم فرشتوں کے ساتھ چلیں۔ وہاں چل کر دیکھتے ہیں کیا ہوگا۔“

ناعمہ کے انداز میں تجسس اور ایکساٹمنٹ تھی۔

”میں پہلے تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ قوم لوط کیا کرے گی، اس کی بعد بھی تم اس گھناؤنی قوم کو

دیکھنے میں دلچسپی رکھتی ہو تو میں تمہیں وہاں لے چلوں گا۔ یہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط کے ہاں مہمان بن کر جائیں گے۔ جس کے بعد پوری قوم کے اوباش ان کے گھرانے پر چڑھائی کر دیں گے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کرو۔ پوری بستی میں ایک گھرانہ بھی نہیں ہوگا جو حضرت لوط کی حمایت کرے۔ ایسے میں حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ان مہمانوں کو تحفظ دینا ناممکن ہو جائے گا تب فرشتے انہیں بتا دیں گے کہ وہ انسان نہیں عذاب کے فرشتے ہیں۔“

”نہیں نہیں۔ میں ایسے گھناؤنے چہرے دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔ مگر اس قوم پر عذاب کیسے آئے گا؟“

”فرشتے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیٹیوں کو رات گئے وہاں سے نکال دیں گے اور صبح کے وقت ایک زبردست دھماکہ ہوگا جس سے پہاڑ پتھروں میں تبدیل ہو کر پھٹے گا اور اس کے ٹکڑے ہوا کے دوش پر بارش کی طرح بستی والوں پر برسیں گے اور ایک شخص کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ دھماکے سے ان کی بستیاں الٹ پلٹ جائیں گی اور ان کا بڑا حصہ بحر مردار کے نیچے ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا۔“

”اللہ اکبر۔ بڑا شدید عذاب ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں تو آزادی کے نام پر ہم جنس پرستی کے مکروہ عمل کو جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگوں کو یہ بات عجیب لگے گی کہ ایک قوم کو اس وجہ سے اتنا شدید عذاب دیا گیا۔“

”خیر یہ عذاب اس جرم کی وجہ سے نہیں دیا گیا۔ اصل سبب تو یہ ہے کہ ان کی قوم میں ایک رسول موجود تھا اور اس کی دی ہوئی ہدایت کے باوجود سرکشی اختیار کی گئی۔ لیکن یہ جرم بھی کچھ کم سنگین نہیں۔ یہ اللہ کے خلاف ہی نہیں انسانیت کے خلاف بھی کیا جانے والا ایک بڑا جرم ہے۔“

”یہ جرم کیسے ہو گیا؟ ہو سکتا ہے اکثریت ایسی چیزوں کو ناپسند کرے۔ مگر ہمارے زمانے کی ماڈرن اور پوسٹ ماڈرن سوچ کا کہنا یہ ہے کہ اگر دو لوگ اپنی مرضی سے زندگی گزارنا چاہیں تو

اس میں کیا حرج ہے۔ دوسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ جینیاتی طور پر ہی ایسے رجحانات رکھتے ہیں۔ ان کے لیے تو یہی عین فطرت ہے۔“

ناعمہ نے اپنے زمانے کے مفکرین کے نقطہ نظر پر عصر کا تبصرہ جاننے کے لیے سوال کیا۔ اس پر عصر نے قدرے ترشی سے کہا:

”کسی نے صحیح کہا ہے۔ ذہانت کی ایک حد ہوتی ہے۔ حماقت کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ مجھے بتاؤ کیا اسی قسم کے بھونڈے عذر پیش کر کے تم کسی شخص یا افراد کو تشدد اور دوسروں پر ظلم کی اجازت دو گی۔ قاتلوں کو اس بنیاد پر قتل اور چوروں کو اس بنیاد پر چوری کی اجازت ہوگی کہ یہ ان کے فطری رجحانات ہیں۔“

”ہرگز نہیں۔ لیکن ہم جنس پرست افراد دوسروں کو تو نقصان نہیں پہنچاتے۔“

ناعمہ نے جواب دیا۔ وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والی نہیں تھی۔

”یہ کسی فرد کے نہیں پوری انسانیت کے خلاف اقدام ہے۔ دیکھو انسانیت کیا ہے۔ یہ کچھ اقدار کا نام ہے۔ یہ اقدار ہی انسانوں کو جانوروں سے مختلف بناتی ہیں۔ ان میں ایک بنیادی قدر خاندان کا ادارہ ہے۔ یہ ادارہ مرد و عورت کے جائز تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ یہی وہ ادارہ ہے جہاں بچے جنم لیتے ہیں اور انسانیت کا سفر جاری رہتا ہے۔ یہی کمزور و ناتواں بچوں کو طاقتور نوجوان بننے تک سنبھالتا ہے، پھر یہی جوانی کے بعد بڑھاپے کے شکار ضعیف والدین کو اس وقت اپنی پناہ دیتا ہے جب وہ کسی کام کے نہیں رہتے۔

ہم جنس پرستی انسان کی اس پیدائش گاہ، تربیت گاہ اور آرام گاہ کا تصور ہی ختم کر دیتی ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ ہر غیر فطری انحراف ایک متعدی مرض کی طرح پھیلتا ہے، لیکن جنسی انحرافات تو وبا کی طرح معاشرے کو جکڑ لیتے ہیں۔ اسی لیے ہر دور میں انبیاء اور صلحا بلکہ پوری انسانیت ان کے خلاف جہاد کرتی رہی ہے۔“

”لیکن میں نے پڑھا ہے کہ بعض لوگوں کے اندر واقعی ایسے میلانات ہوتے ہیں۔ وہ کیا کریں؟“، ناعمہ نے اس مسئلے کا ایک اور پہلو سامنے رکھا تو عصر نے کہا:

”وہ صبر کریں اور اپنی تربیت کریں۔ دیکھو انسانوں کا سب سے بڑا رجحان تو یہ ہوتا ہے جو کم و بیش ہر انسان خاص کر مردوں کو عمر کے کسی بھی حصے میں لاحق ہو سکتا ہے اور اکثر ہو جاتا ہے کہ وہ کسی غیر عورت سے ناجائز جنسی تعلق قائم کرے۔ مگر اس مسئلے کو تربیت اور ضبط نفس سے ٹھیک کیا جاتا ہے۔ نہ کہ آزاد جنسی تعلق کو ہی عین فطرت قرار دے دیا جائے۔ جس کا نتیجہ بھی خاندان کی تباہی ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔ جرم فرد کے خلاف ہی نہیں ہوتا۔ معاشرے کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ خاندان کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ اقدار کے خلاف بھی ہوتا۔ مگر آزادی بھی تو ایک چیز ہوتی ہے نا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اقدار اور معاشرے کی بات کرتے کرتے فرد کی آزادی کو کچل دیں۔ بیشتر جابرانہ حکومتیں یہی عذر استعمال کر کے افراد کے حقوق سلب کر لیتی ہیں۔“

ناعمہ نے اب آزادی کے پہلو سے یہ مقدمہ سامنے رکھا۔

”تم ٹھیک کہتی ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر یہ کرم کیا ہے کہ اس کا فیصلہ خود کر دیا ہے کہ کون سی اقدار مقدس اور ابدی ہیں اور کون سی نہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ دونوں میں فرق کر لیں۔ ہر چیز کو اللہ کی طرف منسوب کر کے لوگوں پر پابندیاں لگانا نبیوں کا طریقہ نہیں۔ مگر کم از کم ہم جنس پرستی کوئی ایسی چیز نہیں جس کے جواز کی اجازت آزادی کی آڑ میں دی جائے۔ یہ معاشرے کی موت ہے۔ جس طرح کسی دو افراد کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ان میں سے ایک دوسرے کو یہ حق دے دے کہ وہ پہلے شخص کی جان لے لے۔ آزادی کی آڑ میں انسانی جان کے تقدس کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اسی طرح یہ اجتماعی طور پر معاشرے کا قتل ہے۔ اس کی اجازت بھی نہیں دی جاسکتی۔“

ناعمہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ پوسٹ ماڈرن ازم کے فلسفے کی ساری گرد و عصر نے اپنی مدلل

گفتگو سے ہٹا دی تھی۔

.....